فقیہ اسلام امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ لاہور

دنیائے اسلام کے عظیم فقیہ، فقہ حنفی کے اولین مرتب، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہ کے شاگرد، امام شافعی کے استاذ، امام احمد بن حنبل کے استاذ الاساتذۂ فقہ، حدیث، تفسیر اور علوم عربیہ میں یکتائے زمانہ امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اکابر علماءِ اسلام کے ممدوح اور مجتہدِ عصر تھے۔

ولادت و ولدیت

حضرت امام محمد رحمہ کی کنیت ابو عبداللہ، والد ماجد کا نام حسن، جد امجد کا نام فرقد ہے[۱] ابن کثیر نے دادا کا نام زفر بتایا ہے[۲] بعض حضرات نے دادا کا نام عبداللہ اور پردادا کا نام طاؤس بن ہرمز ملک بنی شیبان بیان کیا ہے[۳] اکثر علماء نے دادا کا نام فرقد ہی بیان کیا ہے۔ نسبت شیبانی کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا خاندان

---

[۱] عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین (مکتبۃ المثنیٰ، بیروت) ج ۹ ص ۲۰۷۔

[۲] ابن کثیر: البدایہ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ج ۱۰ ص ۲۰۲۔

[۳] ابو محمد عبد القادر قرشی: الجواہر المضیہ (حیدر آباد، دکن) ج ۲ ص ۵۲۶۔

بنو شیبان کا آزاد کردہ غلام تھا[1]

ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ کا تعلق جزیرہ سے تھا آپ کے والد لشکر شام میں بحیثیت فوجی شامل تھے وہاں ۱۳۲ھ میں امام محمدؒ پیدا ہوئے[2] خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ آپ کا خاندان دمشق کے ایک گاؤں حرستا کا رہنے والا تھا آپ کے والد عراق آئے تو واسط میں امام محمدؒ پیدا ہوئے[3]

عمر رضا کحالہ نے آپ کا سن پیدائش ۱۳۵ھ/۷۵۲ء لکھا ہے۔ بعض حضرات نے ۱۳۲ھ اور بعض نے ۱۳۱ھ بیان کیا ہے[4]

اکتساب علوم

علامہ سمعانی کا بیان ہے کہ امام محمدؒ کے والد ماجد انہیں تعلیم کے لیے امام ابوحنیفہ کے پاس لے گئے انہوں نے ان کی خوب صورتی کے پیش نظر فرمایا کہ ان کا سر منڈوا دو اور انہیں پرانے کپڑے پہنا دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن سر منڈوانے سے ان کی صباحت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ابونواس نے اسی واقعہ کے پیش نظر کہا:

حَلَقُوْا رَأْسَهٗ لِیَکْسُوْهُ قُبْحًا غَیْرَةً مِّنْهُمْ عَلَیْهِ وَشُحًّا

کَانَ فِیْ وَجْهِهٖ صَبَاحٌ وَّ لَیْلٌ ۔ نَزَعُوا اللَّیْلَهٗ وَاَبْقَوْهُ صُبْحًا[5]

اہل علم نے اس پر غیرت کھاتے ہوئے اور تحفظ کے لیے اس کا سر مونڈ دیا تاکہ اس کا

---

[1] ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۰۲۔

[2] محمد بن علوی مالکی: انوار المسالک الی روایات مؤطا مالک (مطبوعہ قطر) ص ۱۶۲۔

[3] ابوبکر احمد بن علی، خطیب بغدادی: تاریخ بغداد (دار الکتاب العربی، بیروت) ج ۲ ص ۱۷۲۔

[4] عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین، ج ۹، ص ۲۰۷۔

[5] ابو محمد عبدالقادر القرشی: الجواہر المضیئہ، ج ۲ ص ۵۲۶-۵۲۷۔

حسن ماند پڑ جائے۔

اس کے چہرے میں دن اور رات جمع تھے انہوں نے رات کو الگ کر دیا اور صبح باقی رہنے دی۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں میرے والد نے ترکہ میں تیس ہزار درہم چھوڑے میں نے ان میں سے پندرہ ہزار نحو اور شعر پر صرف کئے اور پندرہ ہزار فقہ اور حدیث پر۔[۱]

قوت حافظہ

امام محمدؒ جب حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: پہلے قرآن پاک یاد کرو، ایک ہفتہ کے بعد پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے قرآن پاک یاد کر لیا ہے۔[۲]

اساتذہ

امام محمدؒ کو اپنے دور کے جلیل القدر اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ انہوں نے اتنی محنت اور اتنے ذوق و شوق سے تحصیلِ علوم کی کہ اپنے معاصرین سے سبقت لے گئے۔ چند اساتذہ کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:

(۱) امام ابو حنیفہ (۲) امام مالکؒ ابن انس (۳) مسعر ابن کدام (۴) سفیان ثوری (۵) عمر ابن ذر (۶) مالک ابن مغول (۷) اوزاعی (۸) قاضی ابو یوسف[۳] (۹) زمعہ ابن صالح (۱۰) بکیر ابن عامر۔[۴]

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے اور قرآن پاک یاد کرنے کے بعد امام ابو حنیفہ کے حلقۂ درس

---

[۱] ابو بکر احمد بن علی، خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۷۳۔

[۲] ابو محمد عبد القادر القرشی، الجواہر المضیہ، ج ۲ ص ۵۲۸۔

[۳] ابن کثیر دمشقی، البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۰۲۔

[۴] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۷۲

میں شامل ہوئے، دو سال تک مسائل فقہیہ حاصل کئے، ان کے استنباط کا طریقہ سیکھا اور اجتہاد کے انداز سے شناسائی حاصل کی، حضرت امام اعظم کے وصال کے بعد علمی پیاس بجھانے اور تکمیل کے مدارج طے کرنے کے لیے امام ابو یوسف کا تلمذ اختیار کیا۔

حضرت امام اعظم اور ابو یوسف چونکہ دونوں استاذ ہیں اس لیے فقہاء کرام انہیں شیخین کہتے ہیں، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کو امام اعظم کے شاگرد ہونے کی بناء پر صاحبین کہا جاتا ہے، امام اعظم اور امام محمد طرفین کہلاتے ہیں[1]

حدیث پاک کی سماعت کے لیے امام مالک کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، امام شافعی فرماتے ہیں میں نے امام محمد سے سنا کہ میں تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ امام مالکؒ کی خدمت میں رہا اور ان سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں[2] موطا امام محمد میں ایک ہزار پانچ حدیثیں بلا واسطہ امام مالک سے مروی ہیں۔

درس وافادہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، اساتذہ کی شفقت امام محمد کی ذہانت اور وفور شوق کا کرشمہ یہ تھا کہ آپ بیس سال کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں درس دینے لگے[3] حرمین شریفین کے بعد کوفہ اس دور کا عظیم علمی مرکز تھا ایسے میں امام محمد کا مسند تدریس کو زینت بخشنا اور متلاشیان علم کا مرجع ہونا امام کے کمال علمی کی بیّن دلیل ہے۔

امام مالک حدیث کے مسلّم امام ہیں، فقہ اور اجتہاد میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں، یہی وجہ تھی کہ جب امام محمد امام مالک سے حدیث کی روایت کرتے تو حدیث کی سماعت

---

[1] عبدالحی لکھنوی، مولانا: مقدمہ التعلیق الممجد (نور محمد، کراچی) ص ۲۸۔

[2] خطیب بغدادی: تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۳۔

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۷۴۔

کرنے والوں کی اس قدر کثرت ہوتی کہ جگہ ناکافی ہو جاتی۔[1]

محمد بن سماعہ فرماتے ہیں کہ عیسٰی ابن ابان بڑے خوش شکل تھے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں انہیں امام محمد کی مجلس کی طرف بلایا کرتا تھا وہ کہتے کہ یہ لوگ حدیث کے مخالف ہیں، عیسٰی کو حدیث کا بڑا ذخیرہ یاد تھا۔ ایک دن انہوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی یہ امام محمد کی مجلس کا دن تھا میں انہیں اصرار کر کے مجلس میں لے گیا جب امام محمد فارغ ہوئے تو میں نے کہا یہ آپ کے بھائی ابان ابن صدقہ کے بیٹے ہیں یہ بڑے ذکی اور حدیث کے عالم ہیں۔ میں انہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دیتا تھا تو یہ انکار کر دیتے تھے ان کا خیال ہے کہ ہم حدیث کے مخالف ہیں۔

امام محمدؒ، عیسٰی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بیٹے! تمہارے خیال میں ہم نے کس حدیث کی مخالفت کی ہے، عیسٰی نے مختلف ابواب سے متعلق پچیس مسائل پوچھے۔ امام محمد انہیں جواب دیتے رہے اور نشاندہی فرماتے رہے کہ فلاں حدیث منسوخ ہے اور اپنے مذہب پر اس کثرت سے دلائل و شواہد پیش کئے کہ عیسٰی قائل ہو گئے اور باقاعدگی سے امام محمد کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ قاضی ابو خازم کہتے ہیں میں نے اہل بغداد میں عیسٰی اور بشر ابن الولید سے حدیث کا بڑا عالم نہیں دیکھا۔[2]

تلامذہ

امام محمد نے درس و تدریس میں خاص طور پر فقہ اور حدیث پر توجہ دی اور بہت جلد علم کے شائقین کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ بڑے بڑے محدثین اور فقہائے مجتہدین آپ کے خوشہ چین دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کا احاطہ تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ چند نامور تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[1] محمد بن علوی مالکی: انوار المسالک ص ۱۶۴۔

[2] عبدالحی لکھنوی، مولانا: الفوائد البہیہ (نور محمد کراچی) ص ۱۵۱۔

۱- امام محمد ابن ادریس شافعی، امام شافعی کو کون نہیں جانتا۔ وہ ائمہ اربعہ میں سے تیسرے امام ہیں اور اکثر و بیشتر محدثین آپ ہی کے مقلد ہیں۔ انہوں نے امام محمد سے خوب خوب استفادہ کیا۔ امام محمد نے امام شافعی کی والدہ سے نکاح کیا تھا اور اپنی کتابیں امام شافعی کے سپرد کر دی تھیں۔ یہاں تک کہ امام شافعی نے فرمایا میں نے امام محمد سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا۔[۱] بویطی کہتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے علم میں میری دو حضرات سے امداد فرمائی حدیث میں ابن عُیَینہ سے اور فقہ میں محمد بن الحسن سے رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔[۲]

۲- ابو حفص الکبیر احمد بن حفص، آپ امام محمد کے اجلّہ تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ ہی نے امام بخاری کو بخارا میں فتویٰ دینے سے منع کیا تھا ۲۱۸ھ میں وصال ہوا[۳] آپ کے صاحبزادے امام ابو عبداللہ محمد ابن احمد ابن حفص کی کنیت بھی ابو حفص تھی اس لئے انہیں صغیر اور آپ کو کبیر کہا گیا۔

۳- ابو سلیمان جوزجانی، موسیٰ ابن سلیمان، انہوں نے فقہ امام محمد سے حاصل کی، اصول اور امالی کے مسائل لکھے، حضرت معلی ابن منصور کے شریک درس تھے، مامون الرشید نے آپ کو منصب قضا پیش کیا جسے آپ نے قبول نہ کیا۔[۴]

مولانا عبدالحی لکھنوی نے ابو نصر احمد بن عباس عیاضی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے امام ابو منصور ماتریدی کی معیت میں ابو بکر احمد ابن اسحاق جوزجانی

۱؎ عبدالحی لکھنوی، مولانا، مقدمۃ الہدایہ (اخیرین) (کتب خانہ رشیدیہ، دہلی) ص ۱۴

۲؎ عبدالقادر القرشی: الجواہر المضیہ، ج ۲، ص ۵۲۷۔

۳؎ عبدالاول جونپوری: مقدمہ فقہ اسلامی (مکتبہ غوثیہ، ملتان) ص ۲۶۔

۴؎ عبدالحی لکھنوی، مولانا: الفوائد البہیہ، ص ۲۱۶۔

سے فقہ حاصل کی انہوں نے ابو سلیمان موسٰے جوزجانی سے اور انہوں نے امام محمد سے فقہ پڑھی۔[۱]

۴۔ موسیٰ ابن نصیر رازی، فقہ میں امام محمد کے شاگرد ہیں، حدیث کی روایت عبدالرحمٰن ابوزہیر سے کی۔ یہ ان کے آخری شاگرد ہیں، موسیٰ ابن نصیر کے شاگردوں میں ابو سعید بردعی اور ابو علی دقاق ایسے اکابر فقہاء شامل ہیں۔[۲]

۵۔ محمد ابن سماعہ تمیمی، فقہ میں امام محمد اور ابو یوسف کے شاگرد ہیں حدیث لیث ابن سعد سے حاصل کی، امام ابو یوسف کی وفات کے بعد مامون الرشید کے دور میں بغداد کے قاضی رہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وہ معتمد علیہ حفاظ میں سے تھے ۲۳۳ھ میں وصال ہوا۔[۳]

۶۔ ابو یحیٰی معلی ابن منصور رازی، امام محمد اور امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں حدیث امام مالک، لیث، حماد اور ابن عُیَینہ سے حاصل کی، اپنے زمانہ کے جلیل القدر حافظ الحدیث تھے، ابن مدینی، امام بخاری (جامع کے علاوہ) امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے ۲۱۱ھ میں وصال ہوا۔[۴]

۷۔ ابراہیم ابن رستم مروزی، ابوبکر کنیت اور نجم الدین لقب تھا۔ فقہ امام محمد سے حاصل کی اور ان سے نوادر کو لکھا، حدیث کو اسد عمرو بجلی اور ابو عصمہ نوح ابن مریم مروزی

---

[۱] عبدالحی لکھنوی، مولانا، الفوائد البہیہ، ص ۲۳۔

[۲] ایضاً: ص ۲۱۶۔

[۳] ایضاً: ص ۱۷۰۔

[۴] ایضاً: ص ۲۱۵۔

شاگردان امام ابوحنیفہ نیز امام مالک وثوری وسعید وحماد ابن سلمہ اور اسمٰعیل ابن عیاش سے سنا۔ آپ سے امام احمد بن حنبل اور ابوخیثمہ زہیر ابن حرب نے روایت کی ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔[۱]

۸۔ ہشام ابن عبداللہ رازی فقہ میں امام محمد اور ابویوسف کے شاگرد ہیں۔ رَے میں انہی کے ہاں امام محمد کا وصال ہوا ان کی تصانیف میں نوادر اور صلوٰۃ الاثر ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں فرمایا کہ ہشام نے امام مالک سے حدیث کی روایت کی اور ان سے ابوحاتم نے روایت کی، ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک ہزار سات سو شیوخ سے ملاقات کی اور سات لاکھ درہم علم کے حصول کے لیے خرچ کیے، ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ہشام کی صداقت قابلِ اعتماد ہے، میں نے مرتبے میں ان سے بڑا کوئی نہیں دیکھا، ابن حبان نے کہا کہ ہشام معتمد علیہ تھے۔[۲]

۹۔ عیسٰی ابن ابان، فقہ میں امام محمد کے شاگرد ہیں، ہلال ابن یحیٰی نے کہا کہ اسلام میں (ان کے دور میں) عیسٰی سے زیادہ فقیہ کوئی قاضی نہیں ہے۔ کتاب الحج ان کی تصنیف ہے، امام طحاوی کے استاذ، قاضی ابوخازم عبدالحمید، فقہ میں حضرت عیسٰی کے شاگرد تھے، بصرہ میں محرم ۲۲۱ھ میں وفات پائی۔[۳]

۱۰۔ محمد بن مقاتل رازی، امام محمد کے شاگرد اور رے کے قاضی تھے۔ ابوالمطیع سے حدیث

---

[۱] فقیر محمد جہلمی، مولانا، حدائق الحنفیہ (مکتبہ حسن سہیل، لاہور) ص ۱۶۵۔

[۲] عبدالحی لکھنوی، مولانا، الفوائد البہیہ ص ۲۲۳۔

[۳] ایضاً: ص ۱۵۱۔

کی روایت کی۔ علامہ ذہبی نے کہا وکیع اور ان کے طبقہ سے حدیث حاصل کی[1]۔

۱۱-۱۲۔ علی ابن معبد اور ان کے والد معبد ابن شداد دونوں امام محمد کے شاگرد تھے۔ علی ابن معبد کو مامون الرشید نے مصر کا قاضی بنانے کی پیشکش کی جسے انہوں نے قبول نہ کیا[2]۔

منصب قضا خلفاء عباسیہ کے دور میں فاضل ترین علماء اور فقہاء کو منصب قضاء پر مقرر کیا جاتا تھا امام ابو یوسف نے امام محمد کی صلاحیت اور بالغ نظری کے پیش نظر ہارون الرشید سے سفارش کی کہ انہیں شام (رقّہ) کا قاضی مقرر کیا جائے امام محمد فرماتے ہیں میں نے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں ایک عرصہ آپ کی خدمت میں رہا ہوں اور آپ کو استاذ اور امام مانا ہے ان امور کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس معاملے میں معاف رکھا جائے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا میں تمہارے ساتھ چل کر یحییٰ ابن خالد برمکی سے گفتگو کرتا ہوں۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا اور امام ابو یوسف نے اندر جا کر یحییٰ کو فرمایا، یہ محمد ابن الحسن ہے اور ان اوصاف کا مالک ہے اور یہ قاضی بننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یحییٰ نے کہا پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ امام ابو یوسف نے فرمایا: اگر تم نے انہیں جانے دیا تو تمہیں ان جیسا دوسرا کوئی نہیں ملے گا۔ چنانچہ یحییٰ نے میری ایک نہ سنی اور مجھے قاضی بنا دیا[3]۔

پھر ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ آپ کو قضاء سے معزول کر دیا گیا۔ بعد ازاں آپ

---

[1] عبدالقادر القرشی: الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۱۳۴۔

[2] ایضاً: ص ۱۷۷

[3] حسین ابن علی الصیمری قاضی: اخبار ابی حنیفۃ و صاحبیہ (حیدر آباد، دکن) ص ۱۲۶۔

کو قاضی القضاۃ کے منصب پر مقرر کر دیا گیا (تفصیل آیندہ سطور میں آرہی ہے)

خودداری دربار شاہی سے وابستگی کے باوجود امام محمد نے خودداری کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ابوعبید قاسم ابن سلام کہتے ہیں کہ ہم امام محمد کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں بادشاہ وقت ہارون الرشید آگیا سب لوگ احتراماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے لیکن امام محمد اسی طرح بیٹھے رہے۔ خلیفہ اندر چلا گیا دوسرے لوگ بھی اس کے ہمراہ چلے گئے۔ کچھ دیر بعد بلاوا آگیا امام محمد اندر گئے تو آپ کے ساتھی پریشان ہو گئے کہ نہ معلوم کیا عتاب نازل ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش خوش واپس تشریف لے آئے۔

امام نے بیان کیا کہ خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ اٹھ کر کھڑے کیوں نہیں ہوئے؟ تو میں نے کہا، میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ نے مجھے جس طبقے میں رکھا ہے اس سے نکل جاؤں، آپ نے مجھے اہل علم کے زمرے میں شامل کیا ہے مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میں اہل خدمت کے گروہ میں شامل ہو جاؤں آپ کے ابن عم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (الحدیث)

ترجمہ: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد علماء ہیں، جو شخص حق خدمت اور بادشاہ کے اعزاز کے لیے کھڑا ہو تو اس میں دشمن کے لیے ہیبت ہے اور جو شخص بیٹھا رہے اس نے سنت کی پیروی کی ہے جو آپ ہی سے حاصل ہوئی ہے اور آپ کا دین ہے۔

خلیفہ نے کہا: آپ نے سچ کہا؛

پھر خلیفہ نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بنو تغلب سے اس شرط پر مصالحت کی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے اپنے بچوں کو عیسائی بنایا ہے۔ اس لیے ان کا خون بہانا حلال ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

میں نے کہا حضرت عمر فاروق نے ان سے اسی شرط پر مصالحت کی تھی انہوں نے حضرت عمر کے بعد اپنی اولاد کو عیسائی بنایا۔ آپ کے ابن عم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسے برداشت کیا اور علم میں ان کا وہ مقام ہے جو آپ پر مخفی نہیں ہے اس کے بعد یہی طریقہ چلتا رہا۔ گویا بعد کے خلفاء نے اس بات کو قبول کیا اور صلح باقی رکھی۔ اس سلسلے میں آپ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ میرے علم میں جو کچھ تھا وہ میں نے ظاہر کر دیا آگے آپ جیسے بہتر سمجھیں۔ خلیفہ نے کہا نہیں! انشاء اللہ! ہم وہی طرز عمل جاری رکھیں گے جو پہلے خلفاء نے جاری رکھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دیا چنانچہ آپ مشورہ کیا کرتے تھے پھر آپ کے پاس اللہ تعالےٰ کی توفیق لے کر جبریل امین آیا کرتے تھے۔

ہاں! آپ اور آپ کے ساتھی حاکم وقت کے لیے دعا کریں۔ میں کچھ مال دے رہا ہوں جسے آپ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں چنانچہ بہت سارا مال لا کر آپ نے تقسیم کر دیا۔ [1]

حق گوئی امام محمد ان علماء دین میں سے تھے جن کا دل خوف الٰہی سے معمور ہونے

---

[1] حسین بن علی الصمیری، امام، اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۱۲۰-۱

کے سبب خوف مخلوق سے آزاد ہوتا ہے اور وہ مزاج شاہی کی رعایت کرتے ہوئے کلمہ حق کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔

۱۷۵ھ میں یحییٰ علوی (یحییٰ ابن عبداللہ ابن حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم) نے جب علم بغاوت بلند کیا تو ہارون الرشید ان کا سروسامان دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا اور دب کر صلح اختیار کی۔ معاہدہ قلم بند ہوا اور یحییٰ کے اطمینان کے لئے بڑے بڑے علماء، فضلاء، فقہاء، اور محدثین نے اس پر دستخط کئے۔ یحییٰ صلح پر راضی ہو کر بغداد آ گئے۔[۱]

چند دنوں کے بعد ہارون الرشید نے چاہا کہ اس معاہدہ کو ختم کر دیا جائے اور یحییٰ کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس کا شرعی جواز حاصل کرنے کے لیے امام محمد، حسن ابن زیاد لؤلؤی اور قاضی ابوالبختری وہب ابن وہب کو بلایا اور ان کے سامنے وہ معاہدۂ امان پیش کیا۔ امام محمد نے یہ جانتے ہوئے کہ خلیفہ وقت کیا چاہتا ہے جبینِ شاہی کے شکن آلود ہونے کی پروا کئے بغیر دو ٹوک الفاظ میں فیصلہ دیا کہ یہ پختہ امان ہے اس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے پھر وہ معاہدہ حسن ابن زیاد کو دیا گیا انھوں نے دبی زبان سے کہا یہ امان ہے۔ پھر وہ معاہدہ ابوالبختری کو دیا گیا انھوں نے کہا یہ بُرا شخص ہے اس نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کیا ہے، مسلمانوں کا خون بہایا ہے، اس کا فلاں فلاں جرم ہے اس کے لیے کوئی امان نہیں ہے۔ پھر انھوں نے اپنے موزے سے چھری نکالی اور اس معاہدے کو دو ٹکڑے کر کے اپنے خادم کو دے دیا اور ہارون الرشید کی طرف متوجہ ہو کر کہا اسے قتل کر دو اس کا خون میری گردن

---

[۱] شبلی نعمانی، سیرت النعمان (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور) ص ۲۵۱۔

پر ہے۔

ہارون الرشید، امام محمد کی صاف گوئی سے اس قدر برہم ہوا کہ سامنے رکھی ہوئی دوات اٹھا کر انہیں دے ماری جس سے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ ابن سماعہ کہتے ہیں میں اس وقت وہیں موجود تھا امام محمد باہر نکلے تو وہ رو رہے تھے میں نے پوچھا کیا آپ راہ خدا میں لگنے والی چوٹ کی بنا پر رو رہے ہیں؟ فرمایا نہیں، میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے ابوالبختری سے پوچھنا چاہیے تھا کہ تم کس دلیل کی بنا پر یہ فیصلہ دے رہے ہو؟ مجھے ان کے خلاف دلیل قائم کرنی چاہیے تھی اور حق بات کہہ دینی چاہیے تھی اگرچہ مجھے قتل کر دیا جاتا۔

اقتدار شاہی کو یہ کلمۂ حق اس قدر ناگوار گزرا کہ آرڈر جاری کر دیا گیا کہ امام محمد نہ تو کوئی فتوے دے سکتے ہیں اور نہ فیصلہ صادر کر سکتے ہیں۔ اسی پابندی کے دوران ہارون کی بیوی ام جعفر نے ارادہ کیا کہ کچھ املاک وقف کر دے اس نے مسئلہ پوچھنے کے لیے کسی کو امام محمد کے پاس بھیجا امام نے فرمایا مجھے فتوے دینے سے روک دیا گیا ہے۔ ام جعفر نے ہارون سے بات کی تو یہ پابندی اٹھا لی گئی۔ پھر ہارون نے آپ کو اتنا قرب بخشا کہ آپ کو قاضی القضاۃ بنا دیا[1]

علمی انہماک

حدیث شریف میں ہے۔ فَقِیْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے، امام محمد ایسے ہی فقہاء میں سے تھے جن کے شب و روز مسائل دینیہ میں غور و فکر کرتے ہوئے بسر ہوتے ہیں۔

---

[1] حسین ابن علی الصیمری، اخبار ابی حنیفۃ و صاحبیہ ص ۱۲۱-۱۲۷۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے آپ کے پاس رات گذاری اور صبح تک نوافل پڑھتے رہے اور آپ بستر پہ لیٹے رہے، صبح ہوئی تو آپ نے نیا وضو کئے بغیر نماز ادا کرلی، امام شافعی نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا تم نے اپنی ذات کے لیے عمل کرکے صبح کر دی اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے کتاب اللہ سے ایک ہزار سے زیادہ مسائل نکالے ہیں[1]

آپ دینی مسائل کو حل کرنے میں اس قدر محو ہوتے کہ کپڑے تبدیل کرنے کا خیال بھی نہ رہتا گھر والے اصرار کرکے کپڑے تبدیل کرواتے۔[2]

آپ نے اپنے گھر والوں کو کہہ رکھا تھا کہ کسی دنیاوی کام کے لیے مجھے پریشان نہ کیا جائے۔ جس چیز کی ضرورت ہو میرے وکیل سے لے لی جائے تاکہ میں اطمینان کے ساتھ دینی خدمات کو جاری رکھ سکوں۔[3]

لغت کے امام | علامہ شامی فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ فراء نحوی لغوی کے خالہ زاد ہیں اور لغت میں ابو عبیدؒ اصمعی، خلیل اور کسائی کی طرح امامت کے درجے پر فائز ہیں اور لغت میں آپ کی تقلید واجب ہے، ابو عبید نے جلالت قدر کے باوجود آپ کی تقلید کی اور آپ کے قول سے حجت پکڑی، اسی طرح ابوالعباس نے لغت میں آپ کی تقلید کی، ثعلب کہتے تھے کہ ہمارے نزدیک امام محمدؒ سیبویہ کے اقران میں سے

---

[1] فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، ص ۱۵۳۔

[2] ایضاً: ص ۱۵۳

[3] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۰۲۔

ہیں اور آپ کا قول لغت میں حجت ہے[۱]۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد کی فصاحت کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن پاک ان کی لغت میں نازل ہوا ہے[۲]۔

پایۂ اجتہاد

فقہاء مجتہدین کے سات مرتبے ہیں، ان میں سے پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع اور دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب ہے ان دونوں طبقوں کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے۔

۱۔ مجتہدین فی الشرع، ائمہ اربعہ اور دیگر وہ ائمہ ہیں جنہوں نے اصولِ اجتہاد مقرر کئے اور ادلّہ اربعہ سے فروع کے احکام مستنبط کئے۔ یہ طبقہ کسی کا مقلد نہیں ہے نہ اصول میں نہ فروع میں۔

۲۔ مجتہدین فی المذہب جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے دیگر وہ تلامذہ جو ادلّہ اربعہ سے اپنے استاذ کے بیان کردہ اصول کے مطابق احکام کے استخراج کی قدرت رکھتے ہیں یہ حضرات فروع میں بعض اوقات اپنے استاذ سے اختلاف کرتے ہیں لیکن اصول میں مقلد ہیں۔

علامہ ابن کمال پاشا نے امام محمد کا شمار، مجتہدین فی المذہب میں کیا ہے[۳] علامہ شامی نے یہ قول بغیر کسی اختلاف کے نقل کیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ امام محمد اور امام ابو یوسف نے بہت سے اصول

۱۔ فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، ص ۱۵۴۔

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ج ۲، ص ۱۷۵۔

۳۔ ابن عابدین شامی، علامہ، رسائل ابن عابدین (سہیل اکیڈمی، لاہور) ص ۱۱۔

میں امام اعظم سے اختلاف کیا ہے۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ انہیں مجتہدین منتسبین (جو اکثر و بیشتر اصول میں کسی امام کی پیروی کریں) سے شمار کیا جائے جیسے علامہ عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشرلعیہ میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصانیف میں تصریح کی ہے اور میں نے اپنے رسالہ "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" میں اس کی تحقیق کی ہے[1]

فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ ذوی الارحام کے تمام مسائل میں امام محمد کے قول پر فتوےٰ ہے[2]

عبادت و ریاضت

یوں تو امام محمد کا فقہ و اجتہاد میں صرف ہونے والا ایک ایک لمحہ عبادت ہی میں گزرتا تھا تاہم قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام محمد کا معمول تھا کہ وہ دن رات میں دس پاروں کی تلاوت کرتے تھے[3]

قاضی ابوخازم فرماتے ہیں میں نے ابوبکر العمی کو کہتے ہوئے سنا کہ ابن سماعہ اور عیسیٰ ابن ابان نے نماز کا عمدگی کے ساتھ ادا کرنا امام محمد سے سیکھا[4]

حضرت امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے زہد کے موضوع پر کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے؟ فرمایا: میں نے کتاب البیوع جو لکھی ہے مطلب یہ تھا کہ میں نے اس میں حلال و حرام کا بیان کر دیا ہے اور زہد یہی ہے کہ حلال سے دلچسپی رکھی جائے اور حرام

---

[1] عبدالحی لکھنوی، علامہ: الفوائد البہیہ ص ۱۶۳

[2] ابن عابدین شامی: رد المحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) جلد۱ ص ۴۹

[3] الذہبی، علامہ، مناقب الامام ابی حنیفہ ص ۵۶۔

[4] ایضاً: ص ۵۶

سے بچا جائے[1]

خشیت الٰہی حضرت امام محمد کا وصال ہشام ابن عبداللہ کے گھر ہوا، ان کا بیان ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ رو رہے تھے۔ سبب پوچھا گیا تو فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مجھے اپنے دربار میں کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تمہارے رسے میں آنے کا سبب کیا تھا؟ کیا تم میری راہ میں جہاد کے لیے آئے تھے یا میری رضا طلب کرنے؟ تو میں کیا جواب دوں گا[2]

آراء ائمہ امام ربانی محمد بن حسن شیبانی کا مقام اتنا بلند ہے کہ ان کے بارے میں کسی کی رائے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں لیکن بعض لوگ یہ دیکھنا پسند کرتے ہیں کہ کسی شخصیت کے بارے میں دنیائے اسلام کے مسلم ارباب علم نے کیا رائے دی ہے۔ اس لیے ذیل میں چند حضرات کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ امام شافعی، امام محمد کے اجلّہ تلامذہ میں سے ہیں، امام محمد انہیں انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ابوالحسن زیادی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی صاحبِ علم کی تعظیم و تکریم امام شافعی کے برابر کرتے ہوں ایک دن امام محمد سوار ہو کر جا رہے تھے راستے میں امام شافعی مل گئے، امام محمد واپس اپنے گھر آگئے اور تمام دن ان سے مجلس جاری رکھی اور کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی[3]

امام شافعی نے بھی دل کھول کر اپنے استاذ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے چند

---

[1] اکمل الدین بابرتی، امام، حاشیہ ہدایہ اخیرین (رشیدیہ، دہلی) ص ۶۱۔

[2] عبدالقادر القرشی، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۵۲۷۔

[3] ابن خلکان، وفیات الاعیان (دار الثقافۃ، بیروت) ج ۴ ص ۵ — ۱۶۴

اقوال ملاحظہ ہوں:

- فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ محمد بن الحسن کا احسان ہے[1]
- اگر امام محمد نہ ہوتے تو میرے لیے علم کے وہ راستے نہ کھلتے جو اب کھلے ہیں، تمام لوگ فقہ میں عراق والوں کے محتاج ہیں، عراق والے اہلِ کوفہ کے اور کوفہ والے ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں[2]
- میں نے محمد ابن حسن سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا،
- میں نے محمد ابن حسن سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا میں جب انہیں قرآن پڑھتے ہوئے دیکھتا تو مجھے محسوس ہوتا کہ گویا قرآن پاک ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔
- میں نے کوئی جسیم آدمی امام محمد سے زیادہ ذکی نہیں دیکھا۔[3]
- میں نے ان سے زیادہ حلال وحرام، علل اور ناسخ ومنسوخ کا عالم نہیں دیکھا۔
- میں اپنے اوپر امام مالک پھر امام محمد کا حق استاذی جانتا ہوں۔
- میں نے جس سے بھی کوئی مسئلہ پوچھا اس کے چہرے میں ضرور تغیر پیدا ہوا سوائے محمد ابن الحسن کے۔
- اگر لوگ انصاف کرتے تو وہ جان جاتے کہ انہوں نے محمد ابن الحسن ایسا کوئی نہیں دیکھا، میں کبھی ان سے بڑے فقیہ کے پاس نہیں بیٹھا، ان کی طرح فقہ

---

[1] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۶۔

[2] حسین بن علی صمیری، اخبار ابی حنیفۃ وصاحبیہ، ص ۱۲۴۔

[3] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۵۔

[4] ایضاً: ص ۱۷۵

[5] امام نووی، تہذیب الاسماء واللغات (دار الکتب العلمیۃ، بیروت) ج ۱ ص ۸۱

میں میری زبان کو کسی نے نہیں چلایا۔ وہ فقہ اور اس کے اسباب سے ایسی چیزیں جانتے تھے جن سے اکابر عاجز رہتے تھے[1]

- اللہ تعالےٰ نے علم میں دو حضرات سے میری امداد فرمائی ہے حدیث میں ابن عُیَینہ سے اور فقہ میں محمد ابن الحسن سے۔
- میں ان کے پاس دس سال حاضر رہا اور ان کے کلام سے دو اونٹوں کا بوجھ حاصل کیا۔ اگر وہ ہم سے اپنی عقل کے مطابق کلام کرتے تو ہم ان کا کلام سمجھ نہ پاتے۔ وہ ہماری عقلوں کے مطابق گفتگو کرتے تھے[2]
- امام شافعی سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا، اس نے کہا کہ فقہاء آپ کے خلاف ہیں، امام شافعی نے فرمایا: تم نے اگر محمد ابن الحسن کو نہیں دیکھا تو کسی فقیہ کو نہیں دیکھا وہ جلالت علمی سے آنکھوں اور دل کو بھر دیتے تھے[3]

امام احمد ابن حنبل ابراہیم حربی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے یہ مسائل دقیقہ کہاں سے حاصل کئے ہیں تو فرمایا: محمد ابن الحسن کی کتابوں سے[4]

امام احمد ابن حنبل نے فرمایا جب کسی مسئلہ میں تین حضرات متفق ہوں تو ان کی مخالفت نہیں کی جاسکتی، پوچھا گیا وہ تین کون ہیں؟ فرمایا: ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد ابن الحسن۔ ابو حنیفہ قیاس میں بہت بصیرت رکھتے ہیں، ابو یوسف آثار پر وسیع

---

[1] حسین ابن علی صیمری، اخبار ابی حنیفۃ وصاحبیہ ص ۵-۱۲۳۔

[2] عبدالقادر القرشی، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۸-۵۲۷۔

[3] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۶

[4] ایضاً ص ۱۷۷

نظر رکھتے ہیں اور محمد عربیت میں تمام لوگوں سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں[1]۔

امام مزنی (امام شافعی کے شاگرد) امام مزنی نے ایک شخص سے پوچھا کس سے استفادہ کر رہے ہو؟ اس نے کہا امام محمد کے شاگردوں سے۔ امام مزنی نے فرمایا خدا کی قسم! جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو دلائل سے کانوں کو بھر دیتے ہیں اور فقہاء کی غفلت کی وجہ سے جو عقدے پیش آتے ہیں انہیں کھول دیتے ہیں، شاگردوں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: بخدا! میں نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ میں نے امام شافعی کو اس سے زیادہ کہتے ہوئے سنا ہے[2]۔

جعفر ابن یاسین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے علماء عراق کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ آپ ابوحنیفہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: وہ علماء عراق کے سردار ہیں۔ پوچھا ابو یوسف کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا وہ حدیث کی بہت پیروی کرنے والے ہیں، پوچھا محمد ابن الحسن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا وہ سب سے زیادہ تفریعات بیان کرنے والے ہیں امام زفر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: وہ قیاس میں سب سے تیز ہیں[3]۔

یحییٰ ابن معین (جلیل القدر محدث اور نقاد) عباس الدوری فرماتے ہیں میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ میں نے جامع صغیر محمد ابن الحسن سے لکھی۔[4]

---

[1] محمد ابن علوی، مالکی: انوار المسالک (قطر) ص ۱۶۴۔

[2] حسین ابن علی صمیری: اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۱۲۴۔

[3] خطیب بغدادی: تاریخ بغداد ج ۲: ص ۱۷۶۔

[4] خطیب بغدادی: تاریخ بغداد ص ۱۷۶

حضرت داؤد طائی امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ حضرت داؤد طائی لوگوں سے میرا حال پوچھا کرتے تھے۔ جب انہیں بتایا جاتا تو فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو اس کی بڑی شان ہوگی[1]

امام ابو یوسف معلی ابن منصور کہتے ہیں ایک دن میری ملاقات امام ابو یوسف سے ہوئی اس وقت انہوں نے قاضیوں والا لباس پہن رکھا تھا فرمایا آج کل تم کس سے استفادہ کرتے ہو؟ میں نے کہا محمد ابن الحسن سے فرمایا: انہی سے استفادہ کرتے رہو کیونکہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں[2]

دار قطنی عزائب مالک میں رکوع سے سر اٹھانے کی روایت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے بیس معتمد علیہ حفاظ حدیث نے یہ حدیث بیان کی ان میں سے محمد ابن حسن شیبانی، یحییٰ ابن سعید القطان، عبد اللہ ابن المبارک، عبد الرحمٰن ابن مہدی اور ابن وہب وغیرہم ہیں۔

قابل غور امر یہ ہے کہ امام دار قطنی جو امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ پر جارحانہ تنقید کرنے والے ہیں کس اہتمام سے امام محمد کا حفاظ حدیث میں سر فہرست ذکر کر رہے ہیں۔[3]

ابو عبید میں نے ان سے بڑا کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا۔[4]

---

[1] الذہبی، محمد ابن احمد، علامہ، مناقب الامام ابی حنیفہ (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۴۸۔

[2] ابوالوفاء افغانی، حاشیہ مناقب الامام ابی حنیفہ، ص ۵۳۔

[3] زاہد الکوثری، حاشیہ مناقب الامام ابی حنیفہ، ص ۵۵۔

[4] الذہبی، علامہ، العبر فی خبر من عبر (کویت) ج ۱ ص ۳۰۳۔

علامہ ذہبی | قاضی القضاۃ، فقیہ عصر ابو عبداللہ محمد ابن الحسن شیبانی دنیا بھر کے ذکی ترین لوگوں میں سے تھے[1]

محمد ابن الحسن علم اور فقہ کے سمندر تھے، امام نسائی وغیرہ نے انہیں حافظہ کے اعتبار سے کمزور قرار دیا ہے البتہ امام مالک کی روایت میں وہ قوی ہیں[2]

یہ تنقید ناقابلِ فہم ہے کیونکہ جس شخص کا حافظہ کمزور ہو وہ چاہے امام مالک سے روایت کرے یا کسی دوسرے سے بہرحال کمزور ہی رہے گا۔ اور جب امام مالک کی روایت میں انہیں قوی تسلیم کر لیا گیا ہے تو کہنا پڑے گا کہ حافظے کی کمزوری کا الزام غلط ہے، پھر امام مالک کی خدمت میں تین سال رہ کر آپ نے حدیث کا سماع کیا جب ان سے روایت کرنے میں قوی ہیں تو امام اعظم سے روایت کرنے میں کیوں قوی نہ ہوں گے جن کے مذہب کی حفاظت اور ترویج میں تمام عمر صرف کر دی۔

خطیب بغدادی نے حسب عادت امام محمد پر جرح بھی نقل کی ہے لیکن عالم اسلام کے ائمہ کے ارشادات کے مقابل اس جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے، چند آراء ہم گذشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔

خطیب کا قول ہے کہ جو قول آخر میں نقل کروں وہ میری رائے ہے (تذکرۃ الحفاظ)[3]۔

خطیب نے امام محمد کے تذکرہ کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت محمویہ (جن کا شمار

---

[1] الذہبی، علامہ، العبر فی خبر من غبر؛ ج ۱؛ ص ۳۰۳۔

[2] الذہبی علامہ؛ میزان الاعتدال (مطبعۃ السعادۃ، مصر) ج ۳؛ ص ۴۲۔

[3] حبیب الرحمن خاں شروانی، امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین (نور محمد، کراچی) ص ۸۵۔

ابدال میں ہوتا تھا) فرماتے ہیں:

"میں نے خواب میں محمد ابن الحسن کو دیکھا اور پوچھا اے ابو عبداللہ! آپ کا انجام کیا ہوا؟ فرمایا: مجھے فرمایا کہ میں نے تمہیں علم کا خزانہ اس لیے نہیں بنایا تھا کہ تمہیں عذاب دینے کا ارادہ تھا۔ پوچھا ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا: وہ مجھ سے اوپر ہیں۔ پوچھا ابو حنیفہ کس حال میں ہیں؟ فرمایا وہ ابو یوسف سے کئی درجے اوپر ہیں۔"[1]

دنیا میں کوئی صاحب فضیلت ایسا نہیں ہوا جس پر حسد نہ کیا گیا ہو، بلکہ حسد خود محسود کے صاحب فضیلت ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت امام محمد کے زمانے میں بھی حسد کرنے والوں کی کمی نہ تھی اسی لیے آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ؔ هُمْ يَحْسُدُوْنَنِيْ وَشَرُّ النَّاسِ مَنْزِلَةً
مَنْ عَاشَ فِي النَّاسِ يَوْمًا غَيْرَ مَحْسُوْدِ[2]

لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں۔ حالانکہ مرتبے کے لحاظ سے وہ شخص بدترین ہے جو ایک دن بھی اس حالت میں زندہ رہے کہ اس پر حسد نہ کیا گیا ہو۔

امام محمد کے بارے میں جتنے بھی طعن کیے گئے ہیں سب مردود ہیں کونسا عالم ہے۔ جس پر کسی نہ کسی وجہ سے طعن نہ کیا گیا ہو، ابن معین اور عجلی نے امام شافعی کے بارے میں کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہیں، ابن عدی نے امام ابو حنیفہ پر، امام ابو زرعہ نے امام بخاری پر، یحییٰ ابن سعید نے ابراہیم ابن سعد پر، امام نسائی نے احمد ابن صالح پر، احمد ابن صالح نے حرملہ پر اور ابن اسحاق نے امام مالک پر

---

[1] خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ج ۲: ص ۱۸۲۔

[2] عبدالقادر القرشی: الجواہر المضیہ: ج ۲: ص ۹۸ ھ۔

طعن کیا ہے اور یہ وہ طعن ہے جسے علماءِ اُمّت نے پرِ کاہ کی بھی وقعت نہیں دی[۱]۔

رشحات قلم حضرت امام محمد نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ فقہ و اجتہاد کی گتھیاں سلجھانے میں صَرف کیا خصوصاً امام اعظم کی فقہ شُورائی کو مرتب اور دلائل و براہین سے مدلل کرنے میں صَرف کیا آج فقہ حنفی اپنی تمام تر وسعت اور تفصیلات کے باوجود امام محمد کی کاوشوں اور ان کی تصانیف کی رہینِ منت ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فقہ کی کاشت کی، حضرت علقمہ نے اسے پانی دیا، حضرت ابراہیم نخعی نے اسے کاٹا، حضرت حماد نے گہائی کی، حضرت ابوحنیفہ نے اسے پیسا، حضرت ابویوسف نے اسے گوندھا اور امام محمد نے روٹی پکائی اور سب لوگ ان کی پکائی ہوئی روٹی کھا رہے ہیں[۲]۔

ابوزہرہ لکھتے ہیں؛

امام محمد پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ معین (فقہ حنفی) کے متفرق مسائل کو مدون کیا۔ اس فقہی مجموعہ کے تیار کرنے میں ان کے استاذ امام ابویوسف نے ان کی امداد کی[۳]۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ امام محمد نے علوم دینیہ میں نو سو ننانوے کتابیں

---

[۱] محمد ابن علی مالکی؛ انوار المسالک۔ ص ۱۶۵

[۲] علاؤالدین حصکفی؛ درمختار برحاشیہ ردالمحتار (داحیاء التراث العربی، بیروت) ج ۱ ص ۳۴۔

[۳] محمد ابوزہرہ مصری؛ تاریخ المذاہب الاسلامیہ (دار الفکر العربی، قاہرہ) ج ۲ ص ۱۷۱۔

لکھیں[۱]۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ تعداد مستقل تصانیف کی نہیں ہے بلکہ کتب فقہ کو جن مختلف حصص پر تقسیم کیا جاتا ہے مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم وغیرہ ان کے لحاظ سے یہ تعداد بیان کی گئی ہے[۲]۔

ظاہرالروایۃ وہ مسائل ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ امام ابویوسف اور امام محمد سے مروی ہیں۔ بعض نے امام زفر اور حسن ابن زیاد وغیرہم کو بھی شامل کیا ہے عام طور پر ان مسائل کو ظاہرالروایۃ کہا جاتا ہے جن پر اول الذکر تینوں امام متفق ہوں یا ان میں سے کسی ایک کا قول ہو۔

کتب ظاہرالروایۃ امام محمد کی چھ کتابیں ہیں:

(۱) المبسوط (۲) الزیادات (۳) الجامع الصغیر (۴) السیر الصغیر (۵) الجامع الکبیر (۶) (السیر الکبیر)،

ان چھ کتابوں کو ظاہرالروایۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ معتمد علیہ حضرات سے متواتر یا مشہور روایت سے مروی ہیں۔

مسائل النوادر وہ مسائل ہیں جو مذکورہ بالا ائمہ سے مروی ہیں لیکن مذکورۃ الصدر چھ کتابوں کے علاوہ کتب مثلاً امام محمد کی تصانیف کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات وغیرہ میں منقول ہیں۔ ان مسائل کو نوادر اور غیر ظاہرالروایۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کتابیں پہلی کتابوں کی طرح قوی طریقہ سے مروی نہیں ہیں[۳]۔

---

[۱] علاؤ الدین حصکفی، درمختار برحاشیہ ردالمحتار، ج ا ص ۳۵۔

[۲] غلام رسول سعیدی۔ تذکرۃ المحدثین (حامد اینڈ کمپنی لاہور) ص ۱۴۶۔

[۳] ابن عابدین شامی، علامہ، ردالمحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ا ص ۴۷۔

المبسوط اس کا دوسرا نام اصل ہے کیونکہ حضرت امام محمد نے پہلے یہ کتاب لکھی پھر جامع صغیر، جامع کبیر اور زیادات وغیرہ لکھیں[1]

اسے مبسوط اس لیے کہا گیا کہ امام محمد نے طلبہ کی آسانی اور انہیں رغبت دلانے کے لیے اختصار کی بجائے شرح و بسط سے کام لیا اور مختلف مقامات پر مسائل کا اعادہ بھی کرتے گئے تاکہ طلبہ بخواہی یاد کرلیں[2]

حضرت امام محمد سے مبسوط کے مختلف نسخے مروی ہیں، سب سے زیادہ مشہور ابو سلیمان جوزجانی کی مبسوط ہے[3]

کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ کتاب اتنی پسند کی کہ زبانی یاد کرلی۔

اہل کتاب کا ایک حکیم (فلسفی) اس کتاب کا مطالعہ کرکے ایمان لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے تو بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتاب کا کیا حال ہوگا؟[4]

حاکم شہید ابوالفضل محمد ابن احمد مروزی نے امام محمد کی ظاہر الروایۃ کی چھ کتابوں کو اختصاً کے ساتھ اپنی کتاب "کافی" میں جمع کر دیا[5]

امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط کے نام سے اس کی شرح لکھی جو اس وقت تیس

---

[1] ابن عابدین شامی، علامہ، ردالمحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۱، ص ۴۸۔

[2] شمس الائمہ سرخسی، المبسوط ج ۱، ص ۳۔

[3] ابن عابدین شامی، رسائل ابن عابدین، ص ۱۷۔

[4] حاجی خلیفہ، کشف الظنون (مکتبۃ المثنیٰ، بغداد) ص ۱۰۸۱۔

[5] ابن عابدین شامی، ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۸۔

جلدوں میں دستیاب ہے۔ فقہ کی کتابوں میں جب مُطلق بسوط کا حوالہ دیا جائے گا تو اس سے امام محمد کی مبسوط مراد ہو گی اور ہدایہ کے شارحین جہاں مبسوط کا ذکر کریں گے تو اس سے مراد شمس الائمہ کی مبسوط مراد ہو گی[1]

متاخرین فقہاء میں سے متعدد حضرات نے مبسوط کی شروح لکھی ہیں مثلاً شیخ الاسلام بکر المعروف خواہرزادہ نے شرح لکھی جو مبسوط کبیر کہلاتی ہے۔ ان کے علاوہ شمس الائمہ حلوانی اور دیگر حضرات نے بھی شرحیں لکھیں، یہ شروح اصل کے ساتھ اس طرح مخلوط کر کے لکھی گئیں کہ متن اور شرح میں فرق مشکل ہو جاتا ہے جیسے فخر الاسلام اور امام قاضی خان وغیرہ نے جامع صغیر کی شرحیں اسی انداز میں لکھیں۔ جب یہ کہا جائے گا کہ قاضی خاں نے جامع صغیر میں یہ فرمایا تو اس سے مراد جامع صغیر کی شرح ہو گی[2]

الجامع الصغیر فی الفروع

یہ بابرکت کتاب ایک ہزار پانچ سو بتیس مسائل پر مشتمل ہے اس میں ایک سو ستر مسائل میں اختلاف بیان کیا گیا ہے، صرف دو مسئلوں میں قیاس اور استحسان کا ذکر ہے۔

مشائخ فقہاء اس کتاب کی بہت تعظیم کرتے تھے اور فرماتے تھے کوئی شخص مفتی اور قاضی نہیں بن سکتا جب تک اس کے مسائل کو نہ جانتا ہو۔ علامہ سرخسی نے اس کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا کہ جب امام محمد دوسری کتابیں لکھ چکے تو امام ابو یوسف نے ایک ایسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی جس میں امام ابو یوسف کے امام اعظم سے روایت کردہ مسائل درج ہوں۔ امام محمد نے جامع صغیر لکھ کر پیش کی تو انہوں نے فرمایا، ابو عبد اللہ

---

[1] عبدالاول جونپوری: مفید المفتی (مکتبہ غوثیہ، ملتان) ص ۲۱۳

[2] ابن عابدین شامی: رسائل ابن عابدین ص ۱۷

(امام محمد) نے مجھ سے حاصل کئے ہوئے مسائل خوب یاد کئے۔ لیکن تین مسئلوں میں ان سے خطا ہوئی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا: میں نے خطا نہیں کی بلکہ آپ کو روایت یاد نہیں رہی۔ امام ابو یوسفؒ اپنی تمام تر جلالت علمی کے باوجود اس کتاب کو سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔

علی الرازی فرماتے ہیں جس نے اس کتاب کو سمجھا وہ ہمارے اصحاب میں سے بہت سمجھدار ہے اور جو اسے یاد کر لے وہ ہمارے اصحاب میں بہت ہی حافظے والا ہے۔ ہمارے مشائخ متقدمین کسی کو قاضی بنانے سے پہلے جامع صغیر کا امتحان لیتے تھے اگر یاد ہوتی تو قاضی بنا دیتے ورنہ کہتے کہ جاؤ جامع صغیر یاد کر کے آؤ۔

جامع صغیر کے مسائل تین قسم کے ہیں:

۱۔ وہ مسائل جن کی روایت صرف اس کتاب میں ہے۔

۲۔ وہ مسائل جو دوسری کتابوں میں حوالے کے بغیر مذکور ہیں۔ اس کتاب میں صراحۃً بتا دیا کہ یہ امام اعظم کا قول ہے یا کسی دوسرے امام کا۔

۳۔ ایسے مسائل ہیں جو دوسری کتابوں میں مذکور ہیں لیکن اس کتاب میں ان کا ذکر ایسے انداز میں کیا ہے کہ نئے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

امام محمدؒ اس کتاب کو مرتب نہیں کر سکے تھے۔ اسے ابو عبداللہ حسن ابن احمد زعفرانی فقیہ حنفی (متوفی ۶۱۰ھ) نے مرتب کیا[1]

جامع الصغیر کی متعدد شروح اجلّہ فقہاء اور ائمہ نے لکھی ہیں۔ تفصیل کشف الظنون میں دیکھی جا سکتی ہے۔

---

[1] حاجی خلیفہ: کشف الظنون ص ۲-۵۶۱

الجامع الکبیر

شیخ اکمل الدین بابرتی فرماتے ہیں:

"یہ کتاب واقعی اسم بامسمّیٰ ہے اور فقہ کے عظیم مسائل کی جامع کبیر ہے اس میں عالی قدر روایات اور مضبوط اجتہادی مسائل مندرج ہیں یہ کتاب حد اعجاز کے قریب اور تمام لطائف فقہ کو سموئے ہوئے ہے[1]"

امام محمد نے یہ کتاب دو مرتبہ ترتیب دی، پہلی دفعہ کی مرتب کتاب کو آپ کے تلامذہ ابوحفص کبیر، ابوسلیمان جوزجانی، ہشام ابن عبداللہ رازی اور محمد ابن سماعہ وغیرہم نے روایت کیا۔ دوسری دفعہ ترتیب دیتے ہوئے آپ نے اس میں کئی ابواب اور مسائل بڑھادیئے اور بعض عبارات کو تبدیل کر دیا دوسری ترتیب کو بھی آپ کے تلامذہ نے روایت کیا[2]

امام محمد بن شجاع ثلجی فرماتے ہیں تاریخ اسلام میں امام محمد کی جامع کبیر ایسی فقہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، یہ بھی فرمایا کہ جامع کبیر میں امام محمد کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا مکان کی بلندی کے ساتھ ساتھ سیڑھیاں بھی بناتا گیا جب مکان مکمل ہوگیا تو سیڑھیاں گرادیں اور لوگوں کو کہا لو چڑھ جاؤ[3]۔

ابن شجاع کا فرمان بالکل بجا ہے اس مشکل کو علامہ حصیری نے جامع کبیر کی شرح "التحریر" میں حل کر دیا۔ انہوں نے ہر باب کی ابتداء میں بیان کر دیا کہ اس باب کی بنا فلاں

---

[1] حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص ۲ - ۵۶۱۔

[2] ابوالوفاء افغانی، مقدمہ الجامع الکبیر (دار المعارف النعمانیہ، لاہور) ص ۵۔

[3] ایضاً ص ۳۔

فلاں اصول و قواعد پر ہے جس سے تفریعات کا سمجھنا آسان ہوگیا۔[1]

محمد زاہد الکوثری فرماتے ہیں؛

"یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے شریعت کے دقیق اصول پر جاری ہونے کے علاوہ لغت اور اصول حساب پر جو تفریعات بیان کی گئی ہیں ان میں انتہائی باریک بینی اور دقت نظر سے کام لیا گیا ہے غالباً یہ کتاب لکھتے وقت یہ خیال بھی پیش نظر تھا کہ یہ کتاب فقہاء کی عقل و دانش اور تفریعات میں ان کی بیدار مغزی کے لیے کسوٹی بن جائے۔ امام جب تفریعات بیان کرتے ہیں تو انسان دنگ رہ جاتا ہے جب تک ان کی تشریح نہ کر دی جائے"[2]

امام ابوبکر رازی جامع کبیر کی شرح میں فرماتے ہیں؛

"میں جامع کبیر کے کچھ مسائل نحو کے بعض ماہرین (ابو علی فارسی) کے سامنے پڑھا کرتا تھا تو وہ مصنف کی نحو میں دسترس پر تعجب کیا کرتے تھے"[3]

جامع کبیر کی افادیت، اہمیت اور دقت کے پیش نظر بیسیوں شرحیں لکھی گئیں، شارحین جلیل القدر ائمہ ہیں، شام کے بادشاہ عیسیٰ ابن ابوبکر ایوبی نے بھی اس کی شرح لکھی ان کی عادت یہ تھی کہ جامع کبیر کے یاد کرنے والے کو سو دینار اور جامع صغیر کے حافظ کو پچاس دینار دیا کرتے تھے۔[4]

---

[1] محمد زاہد الکوثری؛ بلوغ الامانی، ص ۵۸۔
[2] ایضاً: ص ۵۸
[3] ابو الوفاء افغانی، مقدمہ الجامع الکبیر، ص ۳۔
[4] حاجی خلیفہ؛ کشف الظنون، ص ۵۶۸۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی جامع کبیر کی شرح لکھی اور ابتدا میں "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الکبیر" کے نام سے مبسوط مقدمہ لکھا۔

السیر الصغیر یہ جہاد کے احکام، صلح اور اس کے توڑنے کے مسائل، امان، اموال غنیمت، فدیہ و غلامی اور جنگوں میں پیش آنیوالے ایسے ہی دیگر مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ مسائل حضرت امام اعظم سے مروی ہیں۔ بعض علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ امام اعظم نے یہ مسائل اپنے شاگردوں کو پڑھ کر سنائے تھے۔[1]

علامہ ابن امیر الحاج حلبی فرماتے ہیں کہ امام محمد نے اکثر کتابیں امام ابویوسف کو پڑھ کر سنائی تھیں۔ البتہ جن کتابوں کے ناموں میں کبیر ہے مثلاً المضاربۃ الکبیر، الزراعۃ الکبیر، الجامع الکبیر اور السیر الکبیر وہ صرف امام محمد کی تصنیف ہیں۔[2]

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ السیر الصغیر امام ابویوسف کی مصدقہ ہے۔

السیر الکبیر اسلام کی خارجہ پالیسی اور بین الاقوامی تعلیمات کے موضوع پر یہ اہم ترین کتاب، امام محمد کی آخری تصنیف بتائی جاتی ہے۔ چونکہ آپ نے عراق سے واپس جانے کے بعد یہ کتاب تصنیف فرمائی تھی اس لیے امام ابوحفص اسکی روایت نہ کر سکے۔

یہ وہ دور تھا جب امام محمد اور امام ابویوسف کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی اس لیے کہیں بھی امام ابویوسف کا نام نہیں لیا۔ بوقت ضرورت ان کی روایت ان الفاظ سے بیان کر دی کہ مجھے ایک معتمد علیہ نے بیان کیا۔ اس سے مراد امام ابویوسف ہی ہیں۔

---

[1] ابوزہرہ؛ حیات حضرت امام ابوحنیفہ (ملک سنز، فیصل آباد) ص ۴۴۳۔

[2] ابن عابدین شامی؛ رد المحتار؛ ج ۱ ص ۴۸۔

اس کتاب کا سبب تصنیف یہ بیان کیا گیا ہے کہ سیر صغیر کہیں سے امام اوزاعی کے ہاتھ لگ گئی۔ انہوں نے پوچھا یہ کس کی تصنیف ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ امام محمد عراقی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل عراق کا کیا کام کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں۔ وہ سیر و مغازی کو کیا جانیں؟ یہ اطلاع امام محمد کو ملی تو انہوں نے "السیر الکبیر" تصنیف فرمائی۔ امام اوزاعی نے اسے دیکھا تو فرمایا: اگر اس میں احادیث کا ذکر نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے پاس سے علمی باتیں بناتا ہے۔

امام محمد کے حکم پر یہ کتاب ساٹھ جلدوں میں لکھی گئی اور ہارون الرشید کو پیش کی گئی خلیفہ نے اسے بہت پسند کیا اور اپنے دور کی قابل فخر کتاب قرار دیا۔ پھر شاہزادوں کو حکم دیا کہ امام محمد کی مجلس میں جا کر یہ کتاب پڑھیں۔[1]

ابو زہرہ مصری کو اس روایت پر اعتراض ہے ان کا کہنا ہے کہ السیر الکبیر امام محمد کی آخری تصنیف بتائی جاتی ہے اور امام اوزاعی کا وصال ۱۵۷ھ میں ہوا۔ اس وقت امام محمد کی عمر پچیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اس عمر میں آخری کتاب لکھی ہو کیونکہ عموماً تصنیف کا سلسلہ اس عمر کے بعد شروع ہوتا ہے، نیز یہ بھی لازم آئے گا کہ انہوں نے عمر کے باقی بتیس سال تصنیف و تالیف کے بغیر گزارے ہوں۔[2]

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک صحیح ہے، یا تو سیر کبیر امام محمد کی آخری تصنیف نہیں ہے یا پھر امام اوزاعی نے اسے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ امام اوزاعی نے اس کتاب کو نہیں دیکھا۔

---

[1] حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص ۱۰۱۴۔

[2] محمد ابو زہرہ، حیات حضرت امام ابو حنیفہ، ص ۳۴۶۔

شمس الائمہ حلوانی اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر کبیر کی شرح لکھی۔ علامہ سرخسی نے اوزجند میں قید کے دوران شرح کا آغاز کیا اور ۴۸۰ھ میں رہائی کے بعد مرغینان میں پایہ تکمیل تک پہنچائی۔ یہ شرح دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ صاحب محیط نے بھی شرح لکھی[۱]

زیادات یہ کتب ظاہر الروایۃ میں سے چھٹی کتاب ہے۔ اس کے سبب تصنیف میں چند قول ہیں۔

۱۔ امام محمد، امام ابو یوسف کی تقریرات (امالی) لکھا کرتے تھے۔ ایک دن ان کی زبان سے یہ بات نکل گئی کہ ان مسائل کی تخریج میں محمد کو دشواری پیش آتی ہے، امام محمد نے یہ کتاب لکھی اور ہر مسئلے میں اپنی استخراج کردہ تفریعات بیان کیں اور اس کا نام زیادات رکھا یعنی یہ امام ابو یوسف کے لکھوائے ہوئے مسائل پر اضافے ہیں۔

۲۔ جب آپ جامع کبیر کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو کچھ مسائل آپ کو یاد آئے جو اس میں بیان نہیں کئے گئے تھے۔ وہ زیادات میں جمع کر دیئے پھر کچھ اور مسائل یاد آئے جنہیں زیادات الزیادات کے نام سے جمع کر دیا۔

۳۔ امام محمد کے صاحبزادے امام ابو یوسف کی تقریرات لکھا کرتے تھے آپ نے انہیں اصل قرار دے کر مزید تفریعات بیان کر دیں اور ان ابواب کو مکمل کر دیا۔

امام قاضی خان، ابو حفص سراج الدین ہندی، اور ابن نجیم نے اس کی شرح لکھی، حاکم شہید نے مختصر اصول الزیادات کے نام سے اس کا اختصار کیا[۲]

مؤطا امام محمد اس میں مرفوع اور غیر مرفوع احادیث کی کل تعداد ایک ہزار ایک سو اسی ۱۱۸۰

---

[۱] حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص ۱۰۱۴۔

[۲] ایضاً، ص ۹۶۲۔

ہے، ان میں سے ایک ہزار پانچ حدیثیں امام مالک سے اور ایک سو چھتر دیگر مشائخ سے مروی ہیں ان میں سے تیرہ امام اعظم سے چار امام ابو یوسف سے اور باقی دوسرے اساتذ سے مروی ہیں۔[1]

مؤطا امام محمد کی اکثر روایات امام مالک سے مروی ہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ موطا امام مالک ہے جسے امام محمد نے روایت کیا ہے۔ شیخ محمد ابن علوی مالکی (مکہ معظمہ) فرماتے ہیں کہ مالکی فقہاء اور علماء اور جمہور محدثین کے نزدیک یہ موطا امام مالک ہی ہے۔ اگرچہ بعض حضرات اسے مؤطا امام محمد کہہ دیتے ہیں۔[2]

ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو اسے مؤطا امام محمد کہنا راجح معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ امام مالکؒ صرف عظیم محدث اور مرجع محدثین تھے بلکہ وہ مجتہد مطلق اور صاحب مذہب بھی تھے یہی وجہ تھی ان کے مؤطا میں اکثر و بیشتر امام مالک کے اجتہادات اور مسائل فقہیہ کا ذکر بھی ملتا ہے بلکہ بعض ابواب ایسے بھی ہیں جن میں کسی حدیث اور اثر کا ذکر نہیں ہے صرف امام مالک کے اجتہاد پر اکتفا کیا گیا ہے جبکہ مؤطا امام محمد میں مذہب حنفی کے بیان کا التزام کیا گیا ہے امام محمد باب کی ابتدا میں امام مالک کی روایت بیان کرتے ہیں پھر اگر مذہب حنفی اس کے مطابق ہو تو فرماتے ہیں یہی ہمارا مختار ہے یا یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے ورنہ دوسرے مشائخ سے وہ روایات بیان کر دیتے ہیں جن پر احناف کا عمل ہے۔

ظاہر ہے اس اعتبار سے اس کتاب کو مؤطا امام محمد کہنا بہتر ہے اسی لیے حضرت ملا علی قاری، مولانا عبدالحی لکھنوی اور بہت سے حنفی علماء اسے موطا امام محمد ہی کہتے ہیں۔

---

[1] عبدالحی لکھنوی، مولانا: مقدمہ التعلیق الممجد ص ۳۹۔

[2] محمد ابن علوی مالکی: انوار المسالک، ص ۱۶۷۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں مؤطا امام مالک کے سولہ نسخوں کا ذکر کیا ہے جن میں سب سے زیادہ شہرت یحییٰ ابن یحیی مصمودی کے نسخہ کو حاصل ہوئی یہی نسخہ پاک وہند میں مؤطا امام مالک کے نام سے مشہور اور مروج ہے۔ اس کے علاوہ جسے قبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ موطا امام محمد ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر حضرت یحییٰ مصمودی کے نسخہ کو فضیلت حاصل ہے۔

۱۔ یہ نسخہ آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ یہاں تک کہ مطلق مؤطا کے ذکر سے وہی سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ یہ نسخہ امام مالک کے اجتہادات اور ان کی آراء پر مشتمل ہے پھر یہ کہ امام مالک کی خدمت میں پیش کیا جانے والا آخری نسخہ ہے اس لیے امام مالک کی آخری آراء اس میں محفوظ ہیں۔

اسی طرح بعض وجوہ ایسی ہیں جن کی بنا پر موطا امام محمد کو ترجیح حاصل ہے۔

۱۔ امام محمد نے تمام روایات بلا واسطہ امام مالک سے سُنی ہیں جب کہ حضرت یحییٰ نے پورے مؤطا کا سماع امام مالک کے شاگرد زیاد سے کیا پھر ابواب اعتکاف کے علاوہ باقی مؤطا کا سماع امام مالک سے کیا ظاہر ہے کہ ایسے شیخ سے بلا واسطہ سماع راجح ہے بالواسطہ سماع سے[۱]

شیخ محمد بن علوی مالکی نے اس وجہ پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ ممکن ہے یحییٰ نے تمام مؤطا امام مالکؒ سے سُنا ہو لیکن بعض روایات کے سماع میں انہیں شک ہو کہ امام مالکؒ سے سُنیں یا نہیں اس لیے انہوں نے زیاد عن مالک سے روایت کر دیں۔ قوت اور ضعف کا دارومدار اس پر نہیں کہ تمام کتاب کسی شیخ سے سنی ہے

---

[۱] عبدالحی لکھنوی مولانا: مقدمہ التعلیق المجد: ص ۴۴

یا بعض، بلکہ راوی کی بیدار مغزی پر ہے [1]

اس گفت گو سے تو امام محمد کے مؤطا کی ترجیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے کسی شک و شبہ کے بغیر تمام روایات امام مالک سے بیان کی ہیں۔ نیز براہ راست امام مالک سے روایت کرنے کے سبب ان کی سند کو علو حاصل ہے جس کی فضیلت اور ترجیح محتاج بیان نہیں۔

۲۔ حضرت یحییٰ مصمودی کے بارے میں علامہ محمد ابن عبدالباقی زرقانی مالکی فرماتے ہیں: وہ فقیہ ثقہ ہیں، قلیل الحدیث ہیں اور ان کے بہت سے اوہام ہیں۔ جبکہ علامہ ذہبی، امام محمد کے بارے میں فرماتے ہیں، وہ فقہ اور علم کے سمندر ہیں اور امام مالک کی روایت میں قوی ہیں [2]

۳۔ امام محمد امام مالک کی خدمت میں تین سال رہے اور یحییٰ مصمودی امام مالک کے وصال کے سال حاضر ہوئے اور ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ اور مخفی نہیں کہ شیخ کی بارگاہ میں زیادہ عرصہ رہنے والا قوی ہے۔ بہ نسبت کم حاضری دینے والے کے [3]

شیخ محمد ابن علوی مالکی اس وجہ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ صحیح ہے کہ یحییٰ کو امام مالک کی چند ماہ کی صحبت حاصل ہوئی لیکن انہیں ایک دوسری وجہ سے ترجیح حاصل ہے اور وہ یہ کہ وہ امام مالک کے آخری راوی ہیں ان کی

---

[1] محمد ابن علوی مالکی: انوار المسالک: ص ۹ ــ ۱۸۸

[2] عبدالحی لکھنوی، مولانا: مقدمہ التعلیق المجد ص ۳۵

[3] ایضاً ص ۳۴

روایت میں امام مالک کی آخری آراء اور آخری فیصلے محفوظ ہیں امام مالک ہمیشہ مؤطا میں نظر و اجتہاد سے کام لیتے رہتے تھے اور اس میں کمی بیشی کرتے رہتے تھے۔ اس لئے حضرت یحییٰ کی روایت کو ترجیح حاصل ہے لہ

اس تقریر سے اگرچہ ایک لحاظ سے یحییٰ کے مؤطا کی ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے مؤطا امام محمدؒ کی روایات پر کیا اثر پڑے گا۔ امام محمد نے اپنے مؤطا میں مذہب مالکی کے بیان کا التزام نہیں کیا۔ انہوں نے امام مالک کی روایت کردہ حدیثیں بیان کی ہیں امام مالک کے اجتہاد میں تغیر رونما ہونے سے ان روایات کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ روایت حدیث میں شیخ کی بارگاہ میں طویل عرصہ رہنے والے کو چند ماہ حاضر رہنے والے سے فوقیت حاصل ہے اور اس اعتبار سے مؤطا امام محمد کو ترجیح حاصل ہے۔

۴۔ یحییٰ کے مؤطا میں کثرت سے امام مالک کے اجتہادات اور فقہ مالکی کے مسائل مندرج ہیں اور کئی باب ایسے ہیں جن میں احادیث کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن مؤطا امام محمد کا کوئی باب احادیث اور آثار سے خالی نہیں ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جو مؤطا امام محمد ہی کے حصے میں آئی ہے ؎

۵۔ یہ وجہ خاص طور پر احناف کے لحاظ سے ہے احضرت یحییٰ کا مؤطا امام مالک کے بہت سے ایسے اجتہادات پر مشتمل تھا جو احناف کے مخالف ہیں اور ایسی متعدد احادیث پر مشتمل تھا جن پر امام اعظم اور ان کے متبعین نے اس

لہ محمد بن علوی، مالکی: انوار المسالک: ص ۱۹۰

؎ عبدالحی لکھنوی، مولانا: مقدمہ التعلیق الممجد: ص ۳۴

سبب سے عمل نہیں کیا کہ یا تو وہ احادیث منسوخ تھیں یا ان کے خلاف پر اجماع قائم ہو چکا تھا یا ان کی سند میں خلل تھا یا ان کے متقابل دوسری روایات راجح تھیں ایسی صورت میں عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ حنفیہ یا مالکیہ میں سے کسی پر زبان طعن دراز کرے۔ بخلاف مؤطا امام محمد کے کہ اس میں وہ حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں جن پر احناف کا عمل ہے ۔ لہ

کتاب الآثار

یہ فقہ کے انداز پر مرتب کی گئی مختصر کتاب ہے جس میں امام اعظم ابوحنیفہ کے روایت کردہ آثار جمع کئے گئے ہیں امام طحاوی حنفی نے اس کی شرح لکھی ہے ۔ ٢ہ

کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ

امام محمد، امام مالک سے استفادہ کے لئے مدینہ طیبہ گئے تو تین سال وہاں قیام کیا اور امام مالک کے علاوہ دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ اسی دوران علمائے مدینہ سے مختلف مسائل میں مناظرہ کیا اور مذہب حنفی کی تائید میں دلائل پیش کئے۔ ان دلائل کو انہوں نے کتاب الحجہ میں جمع کر دیا۔ جب عراق واپس آئے تو آپ کے تلامذہ نے اس کتاب کی روایت کی۔ حضرت عیسٰی ابن ابان کی روایت کو شہرت حاصل ہوئی اور مشرق و مغرب کے علماء نے اس سے استفادہ کیا۔

امام محمد ابتداءً امام ابوحنیفہ کا قول ذکر کرتے ہیں پھر علماء مدینہ کا قول ذکر کر کے

لہ عبدالحی لکھنوی، مولانا۔ مقدمۃ التعلیق الممجد ص ۵ — ۳۴

٢ہ حاجی خلیفہ: کشف الظنون ص ۱۳۸۴

امام اعظم کے قول کی تائید کرتے ہیں۔ بعض اوقات دیگر علماء مدینہ کے اقوال کے ساتھ امام مالک کا قول بھی ذکر کر دیتے ہیں [1]

یہ عظیم الشان کتاب حیدر آباد دکن پھر لاہور سے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

کتاب الحج ایک جلد میں مسائل حج کا وہ مجموعہ جو آپ نے املا کرایا اور علماء مدینہ کے اختلاف کا تنقیدی جائزہ لیا [2]

المناسک مسائل حج کا مجموعہ، امام احمد ابن علی رازی المعروف جصاص نے اس کی شرح لکھی [3]

الاحتجاج علی مالک فقہ حنفی اور مالکی کے اختلافی مسائل میں احناف کی تائید [4]

الاکتساب فی الرزق المستطاب رزق حلال حاصل کرنے کی اہمیت اور حرام سے اجتناب کی تاکید پر مشتمل اس اہم کتاب کا مولانا محمد سرفراز نعیمی نے اردو ترجمہ کیا اور اس پر مفید حواشی لکھنے کے بعد ماہنامہ "عرفات" لاہور میں قسط وار شائع کرا دی ہے۔

ان کے علاوہ امام محمد نے بہت سی کتابیں لکھیں چند نام درج کئے جاتے ہیں۔

الجرجانیات، مسائل الرقیات، الکیسانیات، رقہ میں قضاء کے دوران یہ کتابیں

---

[1] ابو الوفاء افغانی: مقدمہ کتاب الحجہ (دار المعارف النعمانیہ، لاہور) ص ۲

[2] حاجی خلیفہ: کشف الظنون ص ۱۴۱۱

[3] ایضاً: ص ۱۸۳۰

[4] ایضاً: ص ۱۵

لکھیں [۱]

عقائد الشیبانیہ، قصیدۃ الفقیہ، کتاب الاکراہ، کتاب الشروط، کتاب الکسب، نوادر الصیام، کتاب السجلات [۲]

اسماعیل باشا بغدادی نے امام محمد کی تصانیف میں کتاب الحیل کا بھی ذکر کیا ہے۔ ابو سلیمان فرماتے ہیں یہ غلط ہے کتاب الحیل وراق کی تصنیف ہے امام محمد کی نہیں [۳]

وصال

امام محمد خراسان کے سفر میں ہارون الرشید کے ساتھ تھے کہ رَے میں ۱۸۹ھ میں اٹھاون سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اسی دن یا ایک روایت کے مطابق دو دن کے بعد نحو کے امام، کسائی کی وفات ہوئی۔

امام محمد کی آخری آرام گاہ جبل طبرک میں اور کسائی کی قبر زنبویہ نامی گاؤں میں بنی ان کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ تھا، ہارون الرشید کا لشکر اتنے فاصلے پر پھیلا ہوا تھا اس کی ایک جانب امام محمد اور دوسری جانب کسائی تھے۔

ہارون الرشید نے کہا:

"آج فقہ اور لغت کو رَے میں دفن کر دیا گیا [۴]

---

[۱] حاجی خلیفہ : کشف الظنون : ص ۱۶۶۹

[۲] اسماعیل باشا بغدادی : ہدیۃ العارفین (مکتبۃ المثنی، بغداد) جلد ۲ : ص ۸

[۳] حاجی خلیفہ : کشف الظنون : ص ۱۵ ۱۴

[۴] عبد القادر قرشی : الجواہر المضیۃ : جلد ۲ ص ۵۲۷